شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح
ایک عارف باللہ اور محقق

(از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

چند ماہ ہوئے جب جناب مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی لاہور تشریف لائے تھے تو ان کی خدمت میں رحیق کی علمی سرپرستی کے لیئے عرض کیا گیا تو آپ نے ازراہِ نوازش اس کا وعدہ فرمایا، اور اپنے ایک مقالے کی اشاعت کی طرف اشارہ کیا جو کئی سال ہوئے الفرقان میں شائع ہوا تھا۔ افسوس کہ رحیق کا حجم کم ہونے کی وجہ سے اب تک اس کی نوبت نہیں آسکی۔ آج وہ گراں قدر علمی مقالہ شریکِ اشاعت ہے (ادارہ)

عموماً لوگ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو ایک متکلم، مناظر، محدث، اور فقیہ (جدلی) کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کے علمی کمالات اور ان کی مناظرانہ تصنیفات کا مطالعہ کرنے والے اپنے ذہن میں ان کا جو تصور قائم کرتے ہیں۔ وہ ایک نہایت ذہین و ذکی وسیع العلم، قوی البحث، اور ایک عالم ظاہر سے کچھ اور زیادہ نہیں ہوتا ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ کو مستثنیٰ کر کے (جنہوں نے شیخ الاسلام ہروی کی کتاب منازل السائرین کی شرح مدارج السالکین میں اپنی اور اپنے محبوب استاد کی زندگی کا باطنی پہلو محفوظ کر دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ دونوں اعلےٰ درجہ کے عارف باللہ اور صاحبِ ذوق و معرفت بزرگ تھے) جن لوگوں نے عام سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں کی مدد سے شیخ الاسلام کو سمجھنے کی کوشش کی ہے یا ان کے متاخر متبعین و منتبین کو دیکھ کر ان کے متعلق قیاس کیا ہے وہ ان کو ایک محدث خشک اور عالم ظاہر بین سے زیادہ مقام نہیں دے سکے۔ لیکن مدارج السالکین میں ابنِ قیم نے جستہ جستہ شیخ الاسلام کے جو اقوال و احوال پیش کیے ہیں اور علامہ ذہبی وغیرہ نے ان کے تذکرہ میں بر سبیلِ تذکرہ ان کے اخلاق و اذواق، عادات و شمائل اور اشغال و اعمال کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کو سامنے رکھنے سے ایک منصف شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ شیخ الاسلام کا شمار اس امت کے عارفین اور اہل اللہ میں کیا جانا چاہیئے اور اس کو اس بات کا وجدان حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ان منازل پر فائز اور ان مقاصد سے بہرہ مند تھے جن کے حصول کے لیئے سالہا سال ریاضت، مجاہدہ، آئمہ فنِ سلوک کی صحبت اور دوام ذکر و مراقبہ کا راستہ بالعموم اختیار کیا جاتا ہے اور جس کو متاخرین صوفیہ

نسبت مع اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اہل نظر اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ذوق و معرفت، ایمان حقیقی اور یقین، اخلاص و استقامت تزکیۂ باطن اور تہذیب اخلاق کامل اتباع سنت اور فنافی الشریعت وہ حقیقی مقاصد ہیں جن کے لئے مختلف وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔ محققین ان مقاصد کے حصول کو کسی ایک وسیلہ میں منحصر نہیں مانتے۔ بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے (اور کچھ غلط نہیں کہا) کہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق ابتداء میں ان مقاصد کے حصول کے لئے رب سے موثر اور طاقتور ذریعہ صحبت نبوی تھی جس کی کیمیا اثری عالم آشکارا ہے۔ اس نعمت سے محرومی کے بعد علماء امت اور خلفائے نبوت نے اپنے اپنے زمانہ میں مختلف بدل تجویز کئے۔ آخر میں مختلف اسباب کی بنا پر صحبت اور کثرت ذکر پر زور دیا گیا جس کا ایک منقح اور مدون طریقہ وہ نظام ہے جو تصوف و سلوک کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ان مقاصد کا حصول، ان وسائل میں منحصر نہیں، اجتباء و موہبت کے علاوہ ایمان و احتساب، محاسبۂ نفس، سنتوں کا تتبع کتب حدیث و شمائل سے محبت و عظمت کے ساتھ اشتغال، کثرتِ نوافل و دعاء کثرت درود، نیت و احتساب کے ساتھ خدمت خلق، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ دعوت و تبلیغ۔ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی استحضار و اہتمام کے ساتھ تقرب کا ذریعہ اور حصولِ نسبت کا سبب بن سکتی ہے[1]۔ وسائل مختلف ہو سکتے ہیں لیکن مقصود ایک ہے۔ شیخ الاسلام کے حالات کے مجموعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ مقصود حاصل تھا اور اسی کا اظہار یہاں مقصود ہے۔

کسی شخص کے متعلق اس کے بے تکلف حالات و اذواق، اخلاق و عادات اور کیفیات دیکھ کر ہی اس بات کی شہادت دی جا سکتی ہے کہ وہ عارفین و محققین اور مقبولین و کاملین میں سے تھا، اس کا کوئی ظاہری مقیاس اور پیمانہ اور کوئی منطقی دلیل نہیں ہوتی۔ اہل اللہ اور عارفین کے حالات بکثرت پڑھنے اور ان کی صحبت میں رہنے سے ایک سلیم الفطرت اور صحیح الذوق انسان کو ایک ملکہ اور وجدان حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ حالات و علامات ایسی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنی دینی سطح میں عوام سے بلند اور دین کی صحیح کیفیات و اذواق اور اہل اللہ کے اخلاق سے بہرہ مند ہے۔ مثلاً ذوقِ عبودیت و انابت (توجہ الی اللہ) کی ایک خاص کیفیت، عبادت کا ذوق و انہماک۔ ذوق دعاء و ابتہال۔ زہد و تجرید و تحقیر دنیا، سخاوت و ایثار، فروتنی اور بےنفسی سکینت و سرور

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "صراط مستقیم" ملفوظات سید احمد شہیدؒ جمع کردہ مولانا اسمٰعیل شہید و مولانا عبدالحی بالخصوص حصہ سلوک راہ نبوت۔

کمال اتباع سنت، صالحین میں مقبولیت اور علمائے وقت کی شہادت، متبعین اور محبین کی دینداری اور حسن سیرت وغیرہ وغیرہ۔ ہم اس موقع پر انہیں عنوانات کے ذیل میں شیخ الاسلام کے معاصرین اور مورخین کی شہادت اور ان کے تاثرات نقل کرتے ہیں۔

ذوق عبودیت و انابت ذوق عبودیت و انابت الی اللہ کی حقیقی کیفیت اس بات کی بین شہادت ہے کہ اس شخص کا باطن یقین سے معمور، اللہ کی عظمت و کبریائی سے بھرپور، اپنی بے بسی، بے چارگی اور مالک الملک کی قدرت و جلال کے مشاہدے سے پرنور ہے۔ یہ یقین و مشاہدہ جب باطن میں پیدا ہو جاتا ہے، جب الفاظ اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اس سلسلہ میں حقیقت و تکلف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ فرق صاحب نظر اور صاحب وجدان سے چھپ نہیں سکتا۔

لیس التکحل فی العین کالکحل

ابن تیمیہ کے واقعات بتلاتے ہیں کہ ان کو یہ یقین و مشاہدہ حاصل تھا اور اس نے ان کے اندر ایک افتقار و اضطرار اور ایک انابت و عبودیت کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کو کسی مسئلہ میں اشکال یا کسی آیت کے سمجھنے میں دقت ہوتی تھی تو وہ کسی سنسان مسجد میں چلے جاتے تھے اور پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک یہ کہتے رہتے کہ یا معلم ابراہیم فہمنی[1] (اے ابراہیم کو علم عطا کرنے والے مجھے اس کی سمجھ عطا فرما) ذہبی کہتے ہیں۔

لم ار مثلہ فی ابتہالہ و استغاثتہ وکثرۃ توجھہ	میں نے گریہ زاری، اللہ تعالیٰ سے استمداد و فریاد اور توجہ الی اللہ میں ان کی نظیر نہیں دیکھی۔

وہ فرماتے ہیں۔

انہ لیقف خاطری فی المسألۃ اوالشیئ او الحالۃ التی تشکل علی فاستغفر اللہ تعالیٰ الف مرۃ او اکثر او اقل حتی ینشرح الصدر وینجلی اشکال ما اشکل۔	کسی وقت کسی مسئلہ میں میری طبیعت بند ہو جاتی ہے یا کسی معاملہ میں مجھے اشکال پیش آ جاتا ہے۔ تو میں ایک ہزار بار استغفار کرتا ہوں، یا اس سے کم یا زیادہ یہاں تک کہ طبیعت کھل جاتی ہے اور وہ بدلی چھٹ جاتی ہے اور اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

[1] العقود الدریۃ ص ۶

اس کیفیت میں جلوت، مجمع، بازار، شور و شغب کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، فرماتے ہیں۔

واکون اذ ذاک فی السوق او المسجد	ایسی حالت میں کبھی بازار میں کبھی مسجد میں یا
اوالدرب اوالمدرسة لایمنعنی	گلی یا مدرسہ میں ہوتا ہوں۔ لیکن ذکر واستغفار میں
ذالک من الذکر والاستغفار	کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اور برابر مشغول رہتا ہوں
الی ان انال مطلوبی[1]	یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ یقین اور ذوق عبودیت جب پیدا ہو جاتا ہے اور باطن میں سرایت کر جاتا ہے تو انسان میں اپنی بے بسی و بے چارگی، اپنی تہی دستی اور بے بضاعتی کا ایسا احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ آستانۂ شاہی پر کشکولِ گدائی لے کر کھڑا ہو جاتا ہے اور خدائی کا صدقہ اور رحمت کی بھیک مانگتا ہے۔ اس وقت اس کے روئیں روئیں سے یہ صدا آتی ہے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للّٰہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما آفریں بر دست و بر بازوئے تو

ابن تیمیہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ دولتِ فقر اور یہ عزتِ تذلل حاصل تھی۔ ابن قیم بیان کرتے کہ میں نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کا اس بارے میں ایسا حال دیکھا ہے جو کسی کے یہاں نظر نہیں آیا۔ وہ فرماتے تھے نہ میرے پاس کچھ ہے نہ میرے اندر کچھ ہے وہ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

انا المکدی ابن المکدی وھکذا کان ابی وجدی

(ہاں میں تیرے در کا بھکاری ہوں! ہاں میں تیرے در کا بھکاری ہوں اور کوئی نیا بھکاری نہیں رخ بذاتی بھکاری ہوں، اور پشتینی سائل میرا باپ بھی تیرے در کا بھکاری تھا اور میرا دادا بھی)

ذوقِ عبادت وانہماک عبادت کا ذوق اور اس میں انہماک اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان کو اس لذت اور اس کا حقیقی ذائقہ نصیب نہ ہو۔ اور وہ اس کے درد کی دوا، قلب کی غذا اور روح کی قوت نہ بن جائے۔ اور اس کو مقام جعلت قرة عینی فی الصلوٰة اور ارحنا یا بلال سے مناسبت نہ بخشی جائے۔

ابن تیمیہ کے معاصرین اور واقفینِ حال اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کو اس دولتِ بیدار سے

---

[1] الکواکب الدریہ صہ ۱۴۵

حصہ ملتا تھا اور ان کو خلوت و مناجات اور نوافل و عبادات کا خاص ذوق تھا۔ اور ان کا انہماک اس سلسلہ میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ الکواکب الدریہ میں ہے۔

وكان في ليله منفرداً عن الناس	رات کو وہ تمام لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے۔
كلهم خالياً بربه عزوجل ضارعاً	اس وقت خدا کے سوا کوئی نہیں ہوتا
اليه مواظباً على تلاوة القرآن	تھا۔ وہ تھے اور گریہ وزاری، برابر قرآن مجید
العظيم مكرراً لانواع التعبدات	پڑھتے تھے۔ رات اور دن مختلف قسم کے نوافل
الليلية والنهارية وكان اذا	وعبادات میں مشغول رہتے۔ جب نماز شروع
دخل في الصلوٰة ترتعد فرائصه	کرتے تو ان کے شانے اور اعضا کانپنے لگتے۔
واعضاءه حتى يميل يمنة	یہاں تک کہ ان کو دائیں بائیں لرزش
ويسرة۔[1]	ہوتی۔

ایسے اہل قلوب اور اہل ذوق کی طاقت ونشاط، ذکر وعبادت سے قائم ہوتا ہے۔ اگر اس میں فرق واقع ہو تو ان کی قوت جواب دے جاتی ہے اور ان کو محسوس ہوتا ہے کہ فاقہ ہوا۔ ابن قیم لکھتے ہیں۔

وكان اذا صلى الفجر يجلس في	نماز فجر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے یہاں
مكانه حتى يتعالى النهار جداً	تک کہ دن اچھی طرح سے چڑھ آتا کوئی
وكان اذا سئل عن ذالك يقول	پوچھتا تو فرماتے کہ یہ میرا ناشتہ ہے۔ اگر میں
هذه غدوتي لو لم اتغد هذه	ناشتہ نہ کروں تو میری قوت میں سقوط ہو جائے
الغدوة سقطت قواي[2]	اور میرے قویٰ کام نہ کریں۔

اس ذوق واہتمام کے بعد اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرما دیتا ہے اور ذکر وعبادت ومعمولات طبیعت ثانیہ بن جاتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ له اوراد واذكار يديمها بكيفيه جمعية (وہ اپنے اوراد و افکار کی پوری پابندی کرتے تھے اور ہر حالت میں جمعیتِ خاطر کے ساتھ ادا کرتے تھے[3])

زہد وتجرید وتحقیر دنیا | زہد اور دنیا کی تحقیر کی سچی کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ دنیا کی حقیقت پوری طرح منکشف اور ان الدار الاخرة لهي الحيوان اور ما عند الله خير

[1] الکواکب الدریہ صفحہ ۱۵۶ [2] الرد الوافر صفحہ ۳۶ [3] الرد الوافر صفحہ ۱۸

واقعی کا حال پوری طرح طاری نہ ہوجائے۔ اور یہ یقین اور معرفت صحیح اور تعلق باللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے معاصرین نے ان کے زہد و تجرید اور فقر اختیاری کا جا بجا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے رفیق درس اور ہم عصر شیخ علم الدین البرزالی (م ۷۳۹ھ) فرماتے ہیں۔

وجری علی طریقۃ واحدۃ	شروع سے آخر تک ان کی حالت
من اختیار الفقر والتقلل	یکساں رہی کہ انہوں نے ہمیشہ فقر کو ترجیح دی
من الدنیا ورد ما یفتح بہ	دنیا سے بقدر ضرورت اور برائے نام تعلق
علیہ۔	رکھا، اور جو ملا اس کو واپس کردیا۔

جب یہ کسی کا حال بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو غنائے قلب کی دولت سرمدی سے نوازتا ہے تو اس کو کسریٰ و قیصر کی سلطنت ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے اور وہ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ اور اللہ کی نعمت کی ناشکری سمجھتا ہے، اس وقت وہ ایک بے خودی کے عالم میں کہتا ہے۔

من دلق خود باطلس شاہاں نمے دہم	من فقر خود بملکِ سلیماں نمے دہم
از رنج فقر در دل گنجے کہ یافتم	ایں رنج را براحت شاہاں نمے دہم

اس کے مقام سے بے خبر کبھی اس کے متعلق بدگمانی کرتے ہیں کہ وہ سلطنت پر طمع کی نگاہ ڈالتا ہے اور وہ ان کی بے خبری اور بدذوقی پر ماتم کرتا ہے۔ کہ اس دولت جاوید کے بعد بھی اس ملکِ فانی پر نگاہ کی جاسکتی ہے؟

ابن تیمیہ کا یہی حال تھا۔ الملک الناصر نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ بہت لوگ آپ کے مطیع ہوگئے ہیں۔ اور آپ کے دل میں سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال ہے۔ شیخ نے بڑے اطمینان کے ساتھ بلند آواز سے جس کو تمام حاضرین نے سنا جواب دیا۔

انا افعل ذالك والله ان ملكك	میں ایسا کروں گا؟ خدا کی قسم تمہاری اور تاتاریوں
وملك المغل لا یساوی عندی	کی سلطنت مل کر بھی میری نگاہ میں ایک پیسے
فلسا۔[۲]	کے برابر نہیں۔

سخاوت وایثار | اہل اللہ اور اخلاق نبوی کی میراث میں حصہ پانے والوں کی خاص صفت سخاوت وایثار

[۱] الرد الوافر ص ۶۵ [۲] الکواکب الدریہ ص ۱۷۶

ہے۔ ابن القیم نے زاد المعاد میں الم نشرح کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ شرح صدر کی دولت اور ایمان و یقین کا نتیجہ سخاوت و ایثار ہے، اس لئے جس کو اس دولت سے حصہ ملے گا سخاوت و ایثار اس کا شعار ہوگا۔ شیخ الاسلام کے معاصرین اور احباب ان کی سخاوت کے بے حد معترف اور ثناخواں ہیں۔ الکواکب الدریہ میں ہے وھو احد الاجواد الاسخیاء الذین یضرب بھم المثل[1] (وہ ان معدودے چند اہلِ سخاوت میں سے ہیں جن کی سخاوت ضرب المثل ہے)

الحافظ ابن فضل اللہ العمری جو ان کے معاصر ہیں اس سخاوت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کانت تأتیہ القناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث فیھب ذلک باجمعہ ویضعہ عند اھل الحاجۃ فی موضعہ لا یاخذ منہ شیئا الا لیھبہ ولا یحفظہ الا لیذھبہ[2]	ان کے پاس ڈھیروں سونا چاندی، اعلی اصیل گھوڑے، جانور، املاک و اموال آتے۔ وہ سب کا سب اٹھاکر دوسروں کو دے دیتے۔ یا اہلِ ضرورت کے پاس رکھوا دیتے۔ اور صرف دوسروں کو دینے کے لئے لیتے۔ اور صرف عطا کرنے کے لئے اٹھا رکھتے۔

ان کی سخاوت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ اگر دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو کپڑا اتار کر دے دیتے۔

کان یتصدق حتی اذا لم یجد شیئا نزع بعض ثیابہ فیصل بہ الفقراء[3]	صدقہ کرتے تھے، جب کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنا کوئی کپڑا ہی اتار کر دے دیتے اور اہلِ حاجت کی کاربرآری کرتے۔

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں۔

وکان یتفضل من قوتہ الرغیف والرغیفین فیوثر بذلک علی نفسہ[4]	کھانے سے ایک روٹی دو روٹیاں بچا لیتے اور اپنے اوپر ایثار کرکے دوسروں کو دے دیتے۔

فروتنی و بے نفسی فروتنی و بے نفسی اہل اللہ کی خاص صفت اور وہ مرتبۂ کمال ہے جو ہزاروں کرامتوں

[1] الکواکب ص۱۴۶ [2] الکواکب ص۱۵۸ [3] الکواکب ص۱۵۷ [4] ایضاً

سے بلند اور ہزار فضیلتوں سے بالاتر ہے۔ یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب خودی مٹ جاتی ہے اور نفس کا کامل تزکیہ ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام کو اپنے کمالات علمی اور عروج دینی و دنیاوی کے ساتھ یہ کمال بھی حاصل تھا۔ ان کے اقوال پتہ دیتے ہیں کہ وہ بے نفسی اور للہیت اور ہضم نفس اور انکار ذات کے درجۂ علیا پر پہنچے ہوئے تھے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ وہ اکثر کہتے تھے مالی شیئ ولا منی شیئ ولا فی شیئ اگر کوئی ان کے منہ پر ان کی تعریف کرتا تو فرماتے

واللہ انی الی الآن اجدد اسلامی	خدا کی قسم میں ابھی تک برابر اپنے اسلام
کل وقت وما اسلمت بعد	کی ہر وقت تجدید کرتا رہتا ہوں، اور ابھی
اسلاماً جیداً [1]	تک نہیں کہہ سکتا کہ کامل طور پر مسلمان ہوں۔

کبھی کوئی تعریف کرتا تو یوں بھی فرماتے کہ أنا رجل ملة لا رجل دولة [2] (میں امت کا ایک عام آدمی ہوں سلطنت و حکومت کا آدمی نہیں)

بے نفسی اور عبودیت کے اس درجہ پر پہنچ کر آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنا نہ کسی پر حق سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی مطالبہ ہوتا ہے، نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے نہ اپنے نفس کا انتقام لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا۔ ابن قیم فرماتے ہیں۔

سمعت شیخ الاسلام ابن	میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ
تیمیة قدس اللہ روحه یقول	روحہ سے سنا کہ فرماتے تھے عارف اپنا
العارف لا یری له علی احد	کسی پر حق نہیں رکھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ اس
حقا ولا یشهد له علی غیرہ	کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ اسی لئے
فضلا ولذلك لا یعاتب ولا	نہ وہ کسی کی شکایت کرتا ہے۔ نہ مطالبہ کرتا ہے
یطالب ولا یضارب [3]	نہ مار پیٹ کرتا ہے۔

ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ "حدیث دیگراں" میں وہ اپنا ہی حال بیان کر رہے ہیں۔

سکینت و سرور اس ایمان و یقین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس صحیح تعلق اور مخلوق سے آزادی اور

[1] مدارج السالکین ص ۲۹۶/۱ج [2] الکواکب الدریہ ص ۱۶۴ [3] مدارج السالکین ص ۲۹۶/۱ج

قلب کی وارستگی اور بے تعلقی کے بعد انسان کو وہ سکینت و سرور حاصل ہوتا ہے کہ اس زندگی ہی میں اس کو جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ شیخ الاسلام نے (جیسا کہ ابن القیم نے نقل کیا ہے) خود ایک بار فرمایا کہ

ان فی الدنیا جنۃ من لم یدخلہا لم یدخل جنۃ الاٰخرۃ[1]	دنیا میں (مومن کے لئے) ایک ایسی جنت ہے کہ جو اس میں یہاں داخل نہیں ہوا آخرت کی جنت سے بھی محروم رہے گا۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کبھی اپنے مخلص بندوں کو اس زندگی میں بھی "لاخوف علیہم ولاھم یحزنون" کی دولت عطا فرما دیتا ہے اور وہ اس کا نمونہ (بقدر وسعتِ دنیا) یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں، شیخ الاسلام کے حالات اور ان کے رفقاء کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ دولت حاصل تھی خود بھی ایک بار جوش میں آکر فرمایا کہ

"اگر اہل دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس لطف و عیش میں ہیں تو تلواروں سے ہم پر حملہ کریں اور چین سے نہ بیٹھنے دیں"

یہ نسبت سکینت و رضا زندگی میں اور بعد وفات ان کے ساتھ رہی۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان کو خواب میں دیکھا، میں نے ان سے بعض اعمالِ قلبیہ کا ذکر کیا اس پر شیخ نے فرمایا

اما انا فطریقی الفرح و السرور بہ[2]	بھائی میری نسبت تو فرحت و سرور کی ہے۔

ابن قیم لکھتے ہیں۔

وھکذا کانت حالہ فی الحیاۃ یبدو ذالک علیٰ ظاہرہ و ینادی بہ علیہ حالہ[3]	یہی حالت ان کی زندگی میں تھی کہ ان کے چہرہ پر فرحت و سرور کے آثار نظر آتے تھے اور ان کی کیفیت اس کا اعلان کرتی تھی۔

کمالِ اتباعِ سنّت | اس مقام (قبولیت و صدیقیت) کی ابتدا اتباع سنت سے ہے اور اس کی انتہا بھی کمال اتباعِ سنت پر ہے۔ حدیث و سنت کے ساتھ ابن تیمیہؒ کا شغف و انہماک ان کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے لیکن یہ شغف و انہماک محض علمی و نظری نہ تھا، عملی و ظاہری بھی تھا ان کے معاصرین شہادت دیتے ہیں کہ

[1] الرد الوافر ص۳۶ [2] اغاثۃ اللہفان [3] مدارج السالکین۔

مقام رسالت کا جیسا ادب واحترام اور اتباع سنت کا جیسا اہتمام ابن تیمیہؒ کے یہاں دیکھا کسی اور کے یہاں نظر نہیں آیا۔ حافظ سراج الدین البزار قسم کھا کر کہتے ہیں۔

لا واللہ ما رأیت احداً اشد تعظیماً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا احرص علی اتباعہ ونصر ما جاءبہ منہ[1]

خدا کی قسم میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرنے والا اور آپ کے اتباع اور آپ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

یہ چیز ان پر اتنی غالب اور ان کی زندگی میں نمایاں تھی کہ دیکھنے والوں کا قلب شہادت دیتا تھا کہ اتباع کامل اور سنت کا عشق اسی کا نام ہے۔ علامہ عماد الدین الواسطی فرماتے ہیں

ما رأینا فی عصرنا ھذا من تستجلی النبوۃ المحمدیۃ وسننھا من اقوالہ وافعالہ الا ھذا الرجل یشھد القلب الصحیح ان ھذا ھو الاتباع حقیقۃ[2]۔

ہم نے اپنے زمانہ میں ابن تیمیہ ہی کو ایسا پایا کہ نبوت محمدی کا نور ان کی زندگی میں اور سنتوں کا اتباع ان کے اقوال وافعال میں عیاں تھا قلب سلیم اس کی شہادت دیتا تھا کہ حقیقی اتباع اور کامل پیروی اسی کا نام ہے۔

صالحین میں مقبولیت اور علمائے وقت کی شہادت کسی انبوہ اور عوام کی بھیڑ کا کسی شخص کی تعریف کرنا مقبولیت عند اللہ واستقامت وعلو مرتبت کی دلیل نہیں۔ دلیل اس کے زمانہ کے اہل صلاح واستقامت اور اہل علم اور اہل بصیرت کی شہادت اور توصیف ہے، نیز یہ کہ اس کے پیروؤں، اس سے محبت وتعلق رکھنے والوں اور اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں میں صلاح وسداد، حسن اعتقاد، تقوےٰ واحتیاط اور آخرت کی فکر واہتمام پایا جائے۔ اور وہ اپنے ابنائے زمانہ سے اپنی دینداری اور سلامت روی میں ممتاز ہوں۔

ابن تیمیہؒ کا معاملہ یہی تھا کہ اس زمانے کے ممتاز ترین اہل صلاح ورشد اور اصحاب علم ونظر ان کی عظمت وفضیلت صحت اعتقاد اور سلامت عقیدہ کے قائل ومعترف اور ان کے مداح تھے اور ان کے مخالفین میں بڑی تعداد حکومت کے متوسلین اور ابنائے دنیا کی تھی جو جاہ طلبی کے مریض اور دولت وعزت کے خواہاں تھے[3]۔ صاحب کواکب لکھتے ہیں

[1] الکواکب الدریۃ ص ۱۴۹ [2] جلاء العینین ص ۸ [3] اس کلیہ سے وہ حضرات مستثنیٰ ہیں جن کو کوئی غلط فہمی تھی یا ان کا اختلاف خاص علمی واصولی تھا وما من عام الا وقد خص منہ البعض۔

قالوا من امعن النظر ببصیرته لم	لوگ بیان کرتے ہیں کہ جو ذرا غور سے کام لے گا
یر عالما من اهل ای بلد شاء موافقا	وہ دیکھے گا کہ ان کا جو موافق جس شہر میں بھی
له الا وراه من اتبع علماء بلده	ہے وہ اس شہر میں سب سے زیادہ کتاب و
للکتاب والسنة واشغلهم بطلب	سنت کا تبع اور طلب آخرت میں مشغول اور
الاخرة والرغبة فیها وابلغهم	سب سے زیادہ اس کا حریص اور دنیا سے
فی الاعراض عن الدنیا والاهمال	بے پرواہ اور اس کی طرف غیر متوجہ نظر
لها ولا یری عالما مخالفا له منحرفا	آئے گا۔ اس کے برخلاف ان کا جو مخالف
عنه الا وهو من اکبرهم نهمته	نظر آئے گا۔ وہ دنیا کا حریص بڑا ہوس
فی جمع الدنیا واکثرهم ریاء	ریاکار اور شہرت کا طالب دکھائی دے گا
وسمعة والله اعلم[1]	واللہ اعلم۔

علامہ ذہبی کے یہ الفاظ بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں ہیں کہ۔

واخیف فی نصر السنة المحفوظة	سنت کی نصرت میں ان کو بہت ڈرایا دھمکایا
حتی اعلی الله تعالی مناره وجمع	گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو
قلوب اهل التقوی علی محبته	اور معزز کیا اور اہل تقوےٰ کے قلوب کو ان کی
والدعاء له[2]	محبت اور دعا کیلئے مجتمع کر دیا۔

فراست وکرامت ہرچند کہ کشف وکرامت نہ بزرگی و مقبولیت کا جزو ہے نہ اس کی دلیل۔ محققین نے صاف لکھ دیا ہے کہ الاستقامة فوق الکرامة اور اب یہ مسئلہ کسی بحث کا محتاج نہیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے مقبول بندوں کو بطریق انعام یہ دولت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں یا زبان سے ایسے واقعات کا ظہور ہوتا ہے جو ان کی مقبولیت و وجاہت کے مویدات و آثار میں سے ہوتے ہیں اہلسنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ کرامات الاولیاء حق اور قرآن مجید و حدیث میں اس کے متعدد شواہد و واقعات ہیں۔ اور خود شیخ الاسلام کی کتابوں میں اس مسئلہ کی تقریر اور اس حقیقت کا اثبات ہے۔

ان واقعات کی شہادت جو بطریق کرامت و خرق عادت پیش آئے، ان کے تلامذہ و احباب و معاصرین نے

---

[1] الکواکب الدریۃ ص ۱۷۱ [2] جلاء العینین ص ۲

دی ہے اور متاخرین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اس قدر مشہور اور بکثرت منقول ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں، علامہ عینی صاحب عمدۃ القاری شرح البخاری تقریظ الرد الوافر میں لکھتے ہیں۔

وھذا الامام مع جلالۃ قدرہ	اپنی علمی عظمت کے ساتھ ان سے ایسی
فی العلوم نقلت عنہ علی لسان	کرامات کا بھی صدور ہوا ہے جس کو ایک جم غفیر
جم غفیر من الناس کرامات	نے نقل کیا ہے اور ان میں شبہ کی
ظھرت منہ بلا التباس[1]	گنجائش نہیں۔

انہیں کرامات کا ایک شعبہ "فراست صادقہ" ہے جو اکابر مومنین اور اولیاء متقین کو حاصل ہوتی ہے۔ اس فراست کے عجیب وغریب واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔ حافظ ابن قیم السالکین میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ولقد شاھدت من فراسۃ شیخ الاسلام	میں نے شیخ الاسلام کی فراست کے عجیب وغریب
امورا عجیبۃ وما لم اشاھدہ منھا	واقعات کا مشاہدہ کیا ہے اور جو واقعات میرے
اعظم واعظم ووقائع فراستہ تستدعی	مشاہدہ میں نہیں آئے (بلکہ میں نے معتبر لوگوں کی زبانی
سفرا ضخما[2]	سنے ہیں) وہ اور بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ان کی فراست

کے واقعات کے نقل کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب چاہیئے۔

مسئلہ وحدت الوجود، معرفت، اعمال قلبیہ وغیرہ پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عملی طور پر بھی ان منازل سے گذرے ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں ان کو اذواق عالیہ اور تحقیقات نادرہ حاصل تھیں۔ اور وہ جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں وہ محض عام ذہانت، قوت علم یا زور قلم کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان کے تجربات ومشاہدات ہیں۔

انہیں امور کو دیکھ کر ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ

ومن طالع شرح منازل السائرین	اور جو شخص بھی منازل السائرین کی شرح (مدارج السالکین)
تبین لہ انھما کانا من اکابر اھل السنۃ	دیکھے گا۔ اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ یہ دونوں
والجماعۃ ومن اولیاء ھذہ الامۃ[3]	حضرات (ابن تیمیہ وابن قیم) اکابر اہل سنت والجماعت
	اور اولیاء امت میں سے تھے۔

[1] الرد الوافر ص۹۱　[2] مدارج السالکین ص۲۵ ج۲　[3] مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۲۲۷ ج۴